Maarif

Article on

Hazrat
Shah Muhammad Ghawth
Gwaliori

PROF. M. MASOOD AHMED SAHAB

Page no 189-204

Agu 1962

جلد ۹۰۔ ماہ ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۶۲ء۔ عدد ۳

مضامین

شاہ محمد غوث گوالیاریؒ

از

جناب پروفیسر مسعود احمد صاحب حیدرآباد سندھ

(۳)

سفر گجرات، واقعہ تکفیر اور بیعت شاہ وجیہ الدین علوی

۹۴۷ھ میں جب کہ افغانان سور کا غلبہ ہو گیا تھا، شاہ محمد غوث گوالیار سے ہجرت فرما کر گجرات تشریف لے آئے تھے[1]، ملا عبد القادر بدایونی (متوفی ۱۰۰۴ھ/۱۵۹۵ء) نے بھی لکھا ہے:-

"وبعد از فترات ہند چوں شیر شاہ در مقام آزار شیخ محمد شد، سفر گجرات اختیار نمودہ وحکام وسلاطین آنجا نیز در ربقۂ انقیاد او داخل گردیدند تمام در مقام خدمت بودند"[2]

شیخ محمد غوث نے بھی، جواہر خمسہ (۹۲۹ھ) میں اس طرف اشارہ کیا ہے:-

"بعد از چند سال از روئے قضا وقدر بہ ولایت گجرات رسید"[3]

شاہ محمد غوث ۹۲۹ھ کے لگ بھگ گوالیار تشریف لائے تھے اور ۹۴۷ھ میں یہ ہجرت واقع ہوئی تھی[4]۔ نصیر الدین محمد ہمایوں (متوفی ۹۶۴ھ/۱۵۵۶ء) نے بھی اپنے مکتوب میں اس طرف اشارہ کیا ہے، "شاہان ہند سے تعلقات" کے ذیل میں مکتوب نقل کیا جا چکا ہے۔

---

[1] محمد غوثی: گلزار ابرار (اردو) مطبوعہ ۱۳۲۶ھ ص ۲۹۲ [2] عبد القادر بدایونی: منتخب التواریخ ج ۳ ص ۵ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۶۹ء و رحمان علی: تذکرۂ علمائے ہند، ص ۵۷۴ مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء [3] محمد غوث گوالیاری: جواہر خمسہ (دیباچہ) مطبوعہ دہلی ۱۳۲۵ھ [4] محمد غوث: اوراد غوثیہ، ص ۶، مطبوعہ مطبع صبغۃ اللہی ۱۳۱۳ھ

شاہ محمد غوثؒ پر شیر شاہ نے غالباً اس لیے عتاب کیا کہ آپ کا تعلق ہمایوں بادشاہ سے تھا، اس کے علاوہ بعض حاسدوں نے آپ کی تصنیف معراج نامہ شیر شاہ کے سامنے پیش کی اور یہ کہا کہ اس میں بہت سی خلاف شرع باتیں ہیں، اس پر وہ ازحد غضب ناک اور آپ کی ایذا رسانی کے درپے ہوگیا اور آپ مجبوراً ہجرت کرکے گجرات تشریف لے آئے، مفتی غلام سرور لاہوری نے بھی یہی لکھا ہے،

"وے در حالت عروج حال خویش کتاب موسوم بہ معراج نامہ تصنیف کردہ بود، ودران کتاب مقامات حال عروج خود درج کردہ، چوں بادشاہ ہمایوں معزول الریاست گشت واز ہند بہ طرف ایران رفت، حاسداں معراج نامۂ شیخ را نزد شیر شاہ بادشاہ بردند وبہ عرض رسانیدند کہ وے دریں کتاب کلمات خلاف شرع تحریر فرمودہ است، شیر شاہ درپے آزار وے شد پس شیخ از گوالیار بہ گجرات رفت[1]۔"

شاہ محمد غوث جب گجرات تشریف لے آئے تو یہاں علماء نے معراج نامہ کے مندرجات پر ایک طوفان برپا کردیا اور آپ کے قتل کے درپے ہوگئے، مفتی غلام سرور لاہوری نے اس کا حال بھی لکھا ہے، وہ لکھتے ہیں:۔

"علمائے گجرات ہم بہ عداوت وے برخاستند، محضرے نوشتہ مستعد قتل وے شدند دراں حال شیخ وجیہ الدین گجراتی کہ سر دفتر علماء وعلماء ومشائخ گجرات بود وبخدمت شیخ ارادت ہم داشت بہ عرض رسانید کہ چوں مجلس علماء منعقد شود وسخن در معراج افتد شیخ بفرمائید کہ ایں معراج مرا در عالم واقعہ بوقوع آمدہ ست نہ در ہوش وبیداری۔ غرض چوں معرکہ علما، درمیان آمد شیخ فرمود کہ ایں معراج عالم بیہوشی ست کہ از ظاہر خبر نداشتم ازیں سبب علماء از آزار شیخ درگزشتند[2]۔"

---

[1] مفتی غلام سرور لاہوری: خزینۃ الاصفیاء، مطبوعہ لکھنؤ، ص ۳۳۲-۳۳۴، ۱۲۹۰ھ [2] ایضاً

ملا عبدالقادر بدایونی نے اس واقعہ کو دوسرے انداز سے لکھا ہے، وہ شیخ کے ہمعصر ہیں، اس لیے ان کا بیان زیادہ مستند ہے، وہ لکھتے ہیں :-

"جب سلطان محمود گجراتی کے زمانے میں شیخ محمد غوث ہندوستان سے گجرات گئے تو شیخ علی متقی نے جو مشائخ کبار اور اپنے وقت کے علما، روزگار میں تھے، ان کے قتل کا فتوی دیا، سلطان نے اس کا اجرا، میاں وجیہ الدین کی رائے پر موقوف کر دیا، چنانچہ میاں وجیہ الدین شیخ کی ملاقات کو گئے، اور پہلی ہی ملاقات میں ان کے ایسے معتقد ہوئے کہ بے اختیار ہو گئے اور اس فتوی کو پرزے پرزے کر ڈالا، یہ سن کر شیخ علی متقی ان کے مکان پر گئے، اور ان سے کہا تم کیوں بدعت کے رواج پر راضی ہو گئے؟ شرع میں رخنہ ڈالتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا، ہم ارباب قال ہیں اور شیخ اہل حال، ہمارا ذہن ان کے کمالات کو نہیں سمجھ سکتا اور ظاہر شریعت میں کوئی اعتراض ان پر نہیں آتا، غرض ان کے اثر سے تمام گجرات کے حکام شیخ محمد غوث کے معتقد ہو گئے اور شیخ نے اس بلا سے نجات پائی"[1]

شیخ وجیہ الدین علوی، شاہ محمد غوث سے اتنے متاثر ہوئے کہ شرف بیعت حاصل کر لیا، اس کی تفصیل شاہ محمد غوث کے خلفاء کے ذیل میں بیان کی جائے گی۔

ملا عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہے :-

"و میاں شیخ وجیہ الدین عالم ربانی متبحر درس، غاشیۂ اطاعت او را بر دوش کشیدہ و ایں جملہ دال بر کمالات و کرامات شیخ است"[2]

شیخ وجیہ الدین علوی کوئی معمولی عالم نہ تھے، اپنے عہد کے جلیل القدر علماء میں ان کا شمار کیا جاتا تھا، بلکہ اگر سر آمد علما، کہا جائے تو مبالغہ نہ ہو گا، سکندر بن محمد نے مراۃ سکندری میں جہاں سلطان

---

[1] ملا عبدالقادر بدایونی : منتخب التواریخ (اردو) ص ۵ - ۴۴ مطبوعہ لکھنؤ ۱۸۸۹ء

[2] منتخب التواریخ (فارسی) جلد سوم مطبوعہ کلکتہ ۱۸۶۹ء

محمود گجراتی کے ہمعصر علماء کا ذکر کیا ہے وہاں شاہ محمد غوثؒ کے بعد شیخ وجیہ الدین کا ذکر کیا ہے اور ان القاب کے ساتھ

"اعلم العلماء، افضل الفضلاء، جامع المنقول والمعقول، حاوی الفروع والاصول کاشف اسرار وجود، ناظر انوار شہود، بندگی میاں وجیہ الدین علویؒ"[1]

دائرۃ المعارف الاسلامیہ میں شاہ محمد غوث کے سفر گجرات اور شیخ وجیہ الدین علوی کے واقعہ بیعت کو بڑے مبہم انداز سے بیان کیا گیا ہے، اس کی اصلاح ضروری ہے، مقالہ نگار نے لکھا ہے:۔

"کوہستان چنار میں تیرہ برس سے زیادہ ریاضت و مجاہدے کے بعد (شاہ محمد غوث) گجرات تشریف لائے جہاں آپ مشہور و معروف عالم اور صوفی شیخ وجیہ الدین گجراتی سے آشنا ہوئے" (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، مطبوعہ لیڈن (ہالینڈ) ج ۳ ص ۸-۶۸۷ ۱۹۱۳ء)

شاہ محمد غوثؒ کوہستان چنار میں ریاضت و مجاہدے کے بعد ۹۲۹ھ کے لگ بھگ گوالیار تشریف لائے۔ پھر شیر شاہ سوری کے ناروا سلوک سے خاطر برداشتہ ہو کر ۹۴۷ھ میں گجرات تشریف لے گئے، وہاں واقعہ تکفیر، شیخ وجیہ الدین علوی کی بیعت و خلافت کا ذریعہ بن گیا، یہ واقعہ شاہ محمد غوثؒ اور شیخ وجیہ الدینؒ کی زندگی کا بڑا اہم واقعہ ہے، مگر فاضل مقالہ نگار نے بیحد اختصار سے کام لیا ہے،

بعض ماخذوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ محمد غوثؒ گوالیار سے دہلی تشریف لے گئے، پھر وہاں سے گجرات آئے، اور یہاں سے اکبر آباد بھی تشریف لے گئے، مولانا شیر علی بنگالی تحریر فرماتے ہیں:۔

"جب غوث الاولیاء آسودگان دہلی کی زیارت کے واسطے دہلی تشریف لائے تھے اس وقت آپ کی بیعت سے مشرف ہوا، اور آپ کی خدمت میں حاضر رہا، اور جب آپ کو

---

[1] سکندر بن محمد - مرآت سکندری، ص ۳۳۶ مطبوعہ بمبئی ۱۲۴۶ھ ۱۸۳۱ء

گجرات کا سفر پیش آیا تو ہمراہ تھا، احمد آباد کے بعض کوتہ اندیش عالم اور چھوٹی نظر والے خرقہ پوش آپکے ساتھ دشمنی کا بہانا ڈھونڈھنے لگے اور نادانستہ و نافہمیدہ باتیں آپکے متعلق کہنے لگے۔[1]

بقول تکملہ بنگاہ مناقب غوثیہ، شاہ محمد غوث تقریباً ۱۸ سال (۹۴۷ھ لغایت ۹۶۵ھ) گجرات میں مختلف مقامات پر رہے، جن میں قابل ذکر چاپانیر، بھروچ اور احمد آباد ہے۔ احمد آباد میں آپ نے ایک مسجد و خانقاہ تعمیر کرائی تھی، اس کے اتمام کی تاریخ یہ ہے :-

حضرت غوث جہاں، شیخ محمد خطیر	مظہر اسرار حق، معدن سر ہدی
کعبہ صدق و صفا، قبلۂ اہل فیض	ساخت چوں بہر خدا مسجد حاجت روا
مسجد ضو بخش در دل عباد ازاں	سال بنایش بگو معبد اہل صفیاء

۹۶۳ھ

گجرات کے اٹھارہ سالہ قیام نے شاہ محمد غوث کا حلقہ اثر بہت وسیع کر دیا تھا، سلاطین گجرات میں سلطان محمود ثانی آپ کا عقیدت مند تھا، حضرت شاہ وجیہ الدین جیسے عالم ربانی و فاضل و متبحر آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے، اور گجرات و دکن و مالوہ وغیرہ کے علما و فضلا نے اس سلسلہ کو آپ سے حاصل کیا، گجرات و دکن میں یہ سلسلہ بہت ترقی پذیر ہوا۔[2]

سفر اکبر آباد: گجرات میں اٹھارہ انیس سال گزارنے کے بعد شاہ محمد غوث ۹۶۶ھ/۱۵۵۸ء میں اکبر آباد تشریف لائے، ملا عبد القادر بدایونی (متوفی ۱۰۰۴ھ/۱۵۹۵ء) لکھتے ہیں :-

"۹۶۶ھ میں شیخ مشار الیہ (محمد غوث) اپنے مریدین اور معتقدین کے ساتھ بڑے کر و فر سے گجرات سے آگرے تشریف لائے، شہنشاہ اکبر عقیدت مندانہ پیش آیا، شیخ گدائی کو تنگ نظری اور نفاق و حسد کی وجہ سے، جو ایرانیہ ہند کا لازمۂ حیات ہے، شیخ محمد غوث

---

[1] محمد ظہیر الحق احمد آبادی: تتمہ مناقب غوثیہ ص ۶۵-۶۶ مطبوعہ آگرہ ۱۹۳۳ء

[2] محمد ظہیر الحق احمد آبادی: تتمہ مناقب غوثیہ (اردو) ص ۶۳

کا آنا اور ان کی دکان پر دکان لگانا گنت نہ بھایا ؎

بہ نزد خرد ایں سخن روشن ست

کہ ہمہ پیشہ، ہم پیشہ را دشمن ست

خان خاناں کو بھی جس طرح شیخ سے پیش آنا چاہیے تھا، پیش نہ آیا، کیونکہ شیخ گدائی نے اس کے مزاج میں پورا رسوخ پیدا کر لیا تھا، بلکہ اس نے تو مختلف مجالس منعقد کرکے شیخ محمد غوث کے رسالہ کو سامنے رکھا اور کہا کہ شیخ نے اس میں اپنی معراج کی کیفیت بیان کی ہے اور لکھا ہے کہ مجھکو بیداری میں حضرت رب العزت سے مجالسہ و مکالمہ ہوا ہے، اور اس طرح حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی تقدیم کی ہے، اسی قسم کی اور خرافات جو عقلاً و نقلاً قابل ملامت اور مذموم ہیں، مجالس میں شیخ کی طرف منسوب کی گئیں، شیخ کو اس میں گھسیٹ کر نشانۂ تیر ملامت بنایا گیا، یہانتک کہ شیخ محمد غوث آزردہ خاطر ہوکر گوالیار تشریف لے گئے۔ اور وہاں سلسلۂ رشد و ہدایت جاری کیا، اور جو ایک کروڑ کی جاگیر عطا کی گئی تھی اسی پر قناعت کی۔" (منتخب التواریخ جلد ۲ ص ۵ و ۳۴ و ۳۵)

عبدالقادر بدایونی نے شاہ محمد غوث کی بھی زیارت کی تھی، چنانچہ انھوں نے ان کے چشم دید حالات اسطرح بیان کیے ہیں:-

"۹۶۶ھ میں فقیر نے آگرے کے بازار میں دور سے (شیخ محمد غوث کو) دیکھا تھا (گھوڑے پر سوار تشریف لے جارہے تھے، اور چاروں طرف لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ وہاں سے کسی کا گزرنا محال تھا، بڑے تواضع و انکسار کے ساتھ دائیں بائیں لوگوں کے سلام کا جواب دیتے جاتے تھے، اور ایک لحظہ بھی چین و قرار نہیں تھا، تواضع کا یہ عالم تھا کہ آپ کی خمیدہ کمر قابوس زمین تک جا پہنچتی تھی، سنہ مذکور میں آپ گجرات سے آگرے تشریف لائے تھے۔"

(ترجمہ)

تاریخ فرشتہ نے جہاں شاہ محمد غوث کا ذکر کیا ہے، وہیں آگرہ میں آپ کی آمد اور آزردہ خاطر ہو کر گوالیار کی مراجعت کا بھی ذکر کیا ہے، اس نے لکھا ہے کہ بیرم خاں نے شاہ محمد غوث کے ساتھ جو سرد مہری اور معاندانہ رویہ اختیار کیا اس سے اکبر بادشاہ کو بڑا افسوس ہوا اور وہ بیرم خاں سے بے حد آزردہ ہوا، چنانچہ فرشتہ لکھتا ہے:-

در ماہ رجب آں سال (۹۶۶ھ) شیخ محمد غوث برادر شیخ بہلول (بھول) کہ حق خدمت برآں دودمان داشت و بوقت استیلائے افغاناں بہ گجرات رفتہ بود، دریں وقت با فرزنداں و مریداں بدرگاہ آمد و چوں از بیرم خاں گوشۂ خاطرے ندید بازبہ گوالیار کہ مسکن قدیم او بود، رفت، خاقان اکبر بریں سر ایں مقدمہ از بیرم خاں ترکمان بہ غایت آزردہ شد

بیت

بے سلطاں معشوقاں غیور است
ز شرکت ملک معشوق تیش دور است[1]

دائرۃ المعارف الاسلامیہ کے مقالہ نگار نے شاہ محمد غوث کے حالات کے ذیل میں بعض باتیں غیر واضح اور بعض باتیں غلط لکھ دی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ

۹۶۶ھ (۱۵۵۸ء) میں جب آپ (شیخ محمد غوث) آگرے تشریف لے گئے، تو اکبر نے آپ کے ساتھ سرد مہری کا برتاؤ کیا۔[2]

ملا عبدالقادر بدایونی اور فرشتہ کے جو بیانات اوپر نقل کیے گئے ان سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آگرے میں شیخ گدائی اور بیرم خاں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے شاہ محمد غوث نے گوالیار مراجعت کی تھی، اکبر کو آزردہ خاطر ہو کر آپ کے واپس جانے کا بڑا قلق تھا، اسی وجہ سے وہ بیرم خاں سے آزردہ ہو گیا تھا، اگر اکبر ناخوش ہوتا تو خزانہ شاہی سے شاہ محمد غوث کو جو وظیفہ ملتا تھا اور حکومت کی طرف سے جو

---

[1] محمد قاسم ہندو شاہ استرآبادی: تاریخ فرشتہ ج ا ص ۲۵۰ مطبوعہ بمبئی ۱۲۴۷ھ / ۱۸۳۲ء [2] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام مطبوعہ ہالینڈ ۱۹۱۳ء ج سوم، ص ۸-۶۸۷

جاگیریں عطا کی گئی تھیں، وہ بند ہو جائیں، اس سلسلے میں ہم نے ملا عبدالقادر بدایونی، صاحب ماثر الامراء اور صاحب ذخیرۃ الخوانین کے بیانات اوپر نقل کر دیے ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ لاکھوں کی جاگیر اور لاکھوں کا وظیفہ تھا، اکبر کی عقیدت شاہ محمد غوثؒ کی حیات تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ وفات کے بعد آپ کے مزار مبارک پر اکبر نے شاندار مقبرہ بھی تعمیر کرایا، جس کا مفصل ذکر آگے آئیگا۔ اس کی تعریف میں اسمتھ نے لکھا ہے:

"اس عہد کی ممتاز ترین یادگاروں میں شاہ محمد غوث کا مقبرہ ہے، گو کہ وہ مقابلۃً زیادہ مشہور و معروف نہیں۔" (وی، اے اسمتھ: اکبر دی گریٹ مغل، ص ۴۳۵ مطبوعہ آکسفورڈ ۱۹۱۹ء)

شاہ محمد غوثؒ نے اکبر آباد سے گوالیار پہنچنے کے بعد ایک خانقاہ تعمیر کرائی اور بیعت وارشاد میں مشغول ہو گئے، ملا عبدالقادر بدایونی لکھتے ہیں

"رنجیدہ بہ گوالیار رفت و بہ تکمیل مریداں مشغول شد و خانقاہے تعمیر فرمودہ بہ سماع و سرود و وجد و اشتغال داشت و خود دوراں وادی تصنیف و در کسوت فقر بسیار صاحب جاہ و جلال بودہ یک کرور تنکہ مدد معاش داشت۔"[1]

بدایونی کے ان بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ محمد غوثؒ اکبر آباد سے گوالیار جانے کے بعد پھر تشریف نہیں لائے لیکن وفات کے بارے میں انھوں نے لکھا ہے:-

"در سنہ نہصد و ہفتاد (۹۷۰ھ) بعد از ہشتاد سالگی در آگرہ رحلت بدار الملک آخرت نمودہ و در گوالیار مدفون شد۔"[2]

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پھر اکبر آباد تشریف لائے تھے، اور آخر وقت تک یہیں رہے ۹۶۶ھ (۱۵۵۸ء) میں جب پہلی مرتبہ آپ اکبر آباد تشریف لائے تو بیرم خاں حیات تھا، اور (۹۶۷ھ/۱۵۵۹ء) میں اس کو

---

[1] منتخب التواریخ جلد سوم ص ۶

شہید کر دیا گیا تھا، اس سے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ۹۶۷ھ/۱۵۵۹ء اور ۹۷۰ھ/۱۵۶۲ء کے درمیان شاہ محمد غوث دوبارہ اکبرآباد تشریف لائے، کیونکہ اکبر آپ سے بہت متاثر تھا، بلکہ بیعت و عقیدہ رکھتا تھا،

وفات شاہ محمد غوث گوالیاری ۷ رجب المرجب ۹۰۷ھ میں ظہور آباد (غازیپور) میں پیدا ہوئے[1] اور ۱۴ رمضان المبارک ۹۷۰ھ میں اکبرآباد میں وفات پائی اور گوالیار میں مدفون ہوئے، مفتاح التواریخ میں ہے :-

غوث گوالیاری، مرشد شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی ست، بتاریخ چہاردہم رمضان نہصد و ہفتاد ہجری فوت کردہ، در گوالیار مدفون گردیدہ۔ (ص ۲۵۲)

مخبر الواصلین میں جو قطعۂ تاریخ وفات ہے، اس میں ان دو شعروں میں تاریخ و سنہ وفات کا ذکر کیا ہے :-

از مہ صوم بود چہاردہم | کہ گزشت از زمانہ غوث امم
سال نقلش بتعمیہ رضوان | غوث بے لوث زود رقم برخواں
۵۳۶ - ۱۵۰۶ = ۹۷۰ھ

مخبر الواصلین میں یہ قطعۂ تاریخ وفات بھی ہے :-

آں شیخ محمد المخاطب | بالغوث بہ لطف معبود
تاریخ وصال او ملائک | گفتند کہ شیخ اولیاء بود

تھامس ولیم بیل نے سنہ وفات تو ۹۷۰ھ/۱۵۶۲ء لکھا ہے مگر تاریخ وفات ۱۴ رمضان المبارک کے بجائے ۱۴ محرم لکھدی ہے،[2] غالباً بیل کا ماخذ نظامی بدایونی کی قاموس المشاہیر ہے، نظامی نے جو کچھ لکھا ہے، بیل نے ہو بہو نقل کر دیا ہے، اس نے لکھا ہے :-

۱۴ ستمبر ۱۵۶۲ء مطابق ۱۴ محرم ۹۷۰ھ کو وصال ہوا، شیخ اولیاء بود

---

[1] محمد غوث گوالیاری : اوراد غوثیہ ص ۴۵ [2] ولیم بیل : اوریئنٹل بائیوگرافیکل ڈکشنری ص ۱۸۹، مطبوعہ کلکتہ ۱۸۸۱ھ

ے تاریخ وفات (۹۷۰ھ) نکلتی ہے۔[1]

ہرمن ایتھے نے لکھا ہے:-

"غالباً ۹۷۰ھ مطابق ۱۵۶۲ء میں انتقال فرمایا۔"[2]

معلوم نہیں سنہ وفات کے ساتھ لفظ "غالباً" لکھ کر کیوں مشکوک بنا دیا، جب کہ جملہ معاصرین کا اس پر اتفاق ہے کہ ۹۷۰ھ / ۱۵۶۲ء میں آپ کی وفات ہوئی،

مناقب غوثیہ (۹۴۹ھ) کے تکملہ نگار نے یہ قطعۂ تاریخ نقل کیا ہے:-

شیخ دوراں غوث انس وجاں محمد غوث را — شد بہ سال نہصد و ہفتاد در جنت خرام

عرس او خواہی بہ دل کن یاد ایں مصرع را — نیم شب از جمعہ بود و نصف از ماہ صیام[3]

تاریخ ولادت (۷ رجب ۹۰۷ھ) اور تاریخ وفات (۱۴ رمضان ۹۷۰ھ) کے لحاظ سے عمر شریف ترسٹھ سال دو ماہ سات یوم ہوتی ہے، عمر کے تعین کے سلسلے میں عبد القادر بدایونی سے فاحش غلطی ہوئی ہے، حالانکہ انھوں نے شاہ محمد غوث کو ۹۶۶ھ / ۱۵۵۹ء میں بچشم خود اکبرآباد میں دیکھا تھا، لیکن چونکہ غوث الاولیا کی کمر خمیدہ اور جسم بہت ضعیف نظر آرہا تھا، اس لیے بدایونی نے یہ قیاس سے ۸۰ سال عمر لکھ دی، وہ لکھتے ہیں:

"در سنہ نہصد و ہفتاد (۹۷۰ھ) بعد از ہشتاد سالگی در آگرہ رحلت بدار الملک آخرت نمود و در گوالیار مدفون شد۔"[4]

داراشکوہ نے بھی سفینۃ الاولیاء میں بدایونی کے بیان کو نقل کردیا ہے کہ شاہ محمد غوث نے "اسّی سال کی عمر پائی"۔[5]

---

[1] نظامی بدایونی: قاموس المشاہیر ج ۲ ص ۱۵۰ مطبوعہ بدایوں ۱۹۲۴ء [2] ہرمن ایتھے: "کیٹلاگ آف دی پرشین مینو سکرپٹس ان دی لائبریری آف انڈیا آفس" ج اول ص ۱۰۴۳ مطبوعہ آکسفورڈ ۱۹۰۳ء [3] تکملہ مناقب غوثیہ ص ۸، [4] ملا عبد القادر بدایونی: منتخب التواریخ، ج ۳ ص ۴ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۶۹ء [5] داراشکوہ: سفینۃ الاولیا (اردو) ص ۲۳۰ مطبوعہ لاہور۔

مفتی غلام سرور لاہوری نے بھی بدایونی پر اعتماد کر کے لکھا ہے کہ "مدت عمرش ہشتاد سال"۔[1] مگر دارا شکوہ اور مفتی غلام سرور نے تاریخ وفات ۱۵ رمضان المبارک لکھی ہے ـــــ ڈاکٹر عبدالحق صاحب نے بدایونی کی تقلید میں شاہ محمد غوثؒ کی عمر ۸۰ سال لکھی ہے[2]۔ شیخ محمد اکرام نے بھی یہی لکھدیا ہے غرض ایک معاصر کی قیاس آرائی سے پورے کا پورا سلسلہ غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا، اگر خود شاہ محمد غوثؒ کے بیانات سامنے نہ ہوتے تو صحیح عمر کا معلوم کرنا مشکل ہو جاتا۔

دوسرا مسئلہ جائے وفات کا ہے۔ اس سلسلے میں بھی لوگوں نے غلطیاں کی ہیں، دائرۃ المعارف الاسلامیہ کے مقالہ نگار نے لکھا ہے:-

"بالآخر آپ گوالیار تشریف لے آئے جہاں ۹۷۰ھ (۱۵۶۲ء) میں آپ کی وفات ہوئی۔" (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، ج ۳ ص ۶۸۷-۸، ۱۹۱۳ء)

مگر اس سلسلے میں عبدالقادر بدایونی کا بیان مستند سمجھا جائیگا کیونکہ شاہ محمد غوثؒ کا انتقال ان کی حیات میں ہوا، اور جیسا کہ اوپر تحریر کیا جا چکا ہے، انھوں نے لکھا ہے کہ شاہ محمد غوثؒ کا انتقال اکبر آباد میں ہوا، اور لاش مبارک گوالیار لیجائی گئی اور یہیں دفن کیا گیا۔

مزار مبارک پر اکبر بادشاہ کی طرف سے شاہ محمد غوثؒ کے صاحبزادے شیخ عبداللہ (متوفی ۱۰۲۱ھ / ۱۶۱۲ء) کی نگرانی میں شاندار مقبرہ تعمیر ہوا، محمد غوثیؒ نے لکھا ہے:-

"اس زمانہ میں شہنشاہ زمان اکبر شاہ کو منظور ہوا کہ روضۂ غوثیہ کی عمارت دولت کی طرف سے تیار کی جاوے۔" (محمد غوثی: گلزار ابرار (اردو) ص ۴۸۸)

اور بقول صاحب کلیات گوالیار:-

"برائے مد و خرچ مقبرہ جاگیر از پرگنات .... قریب سہ لک و بست و پنج ہزار روپیہ (۳۲۵۰۰۰)

---

[1] خزینۃ الاصفیا، ص ۲۳۴ [2] مولوی عبدالحق مرحوم: اردو کی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام، ص ۳۵، مطبوعہ کراچی ۱۹۵۳ء

جدا مقرر کردہ۔" (کلیات گوالیار بحوالہ مضمون قاضی معراج الدین دھولپوری)

• مولوی ذکاء اللہ مرحوم نے مدد معاش اور مصارف روضۂ شریف کے لیے پانچ لاکھ روپیہ کی جاگیر لکھی ہے،

شاہ محمد غوث کے احاطہ میں دربار اکبری کے مشہور مطرب تان سین کا بھی مزار ہے، اور حکومت ہند کی طرف سے اس کا بھی باقاعدہ عرس ہوتا ہے۔[1]

شاہ محمد غوث کے مقبرے کی عمارت اکبری عہد کی ممتاز یادگاروں میں ہے، وی۔ اے اسمتھ نے اس عمارت پر مفصل تبصرہ کیا ہے، ہم یہاں اس کا بیان نقل کرتے ہیں، جس سے مقبرہ کی شان و عظمت کا پورا پورا اندازہ ہو سکے گا، اسمتھ نے لکھا ہے:۔

۱؎ سید حسام الدین راشدی نے مقالات الشعرا کے حاشیہ میں میاں تان سین کے حالات درج کیے ہیں، ہم وہیں سے فارسی عبارت کا خلاصہ پیش کرتے ہیں:۔

"ترلوچن داس بن مکرند پانڈی، گور برہمن کے قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا، مضافات گوالیار میں موضع بھینٹ میں پیدا ہوا تھا،

فن موسیقی میں مہارت کے بعد اس کا نام میاں تان سین ہو گیا تھا، شیخ محمد غوث گوالیاری (متوفی ۹۷۰ھ) کی دعاؤں کے طفیل ۹۳۶ھ یا ۹۳۸ھ میں پیدا ہوا،

شیخ محمد غوث کے حضور میں اس نے تربیت پائی اور استادان فن موسیقی سے یہ فن حاصل کیا اور اس قدر کمال حاصل کیا کہ بقول ابوالفضل ہزار سال میں اس کا مثل پیدا نہیں ہوا،

ابتدا میں راجہ رام چند والی باندھو (ریواں) نے اس کو اپنے دربار میں رکھا، اس کے بعد راجہ بیربر اور زین خاں کی تحریک سے ۹۷۰ھ میں اکبر نے اس کو اپنے دربار میں طلب کر لیا، وہاں اس نے وہ کارہائے نمایاں کیے کہ اب تک اس کا نام زندہ ہے، آخر ۹۹۷ھ (۱۵۸۹ء) میں اس کا انتقال ہو گیا۔

(حاشیہ مقالات الشعرا مولفہ میر شیر علی قانع تتوی، مطبوعہ کراچی ۱۹۵۷ء ص ۲-۱۰۱ بحوالہ رسالہ آجکل (دہلی) موسیقی نمبر اگست ۱۹۵۶ء)

"اس عہد کی ممتاز ترین یادگاروں میں گوالیار میں شاہ محمد غوث کا مقبرہ ہے، اگرچہ مقابلتاً زیادہ معروف نہیں، یہ عمارت مقبرہ ہمایوں (دہلی) کے قریبی زمانے میں تعمیر ہوئی ہے، لیکن اس کا ڈیزائن بالکل انوکھا ہے، کچھ بعید نہیں اگر کوئی شخص اس کو خالص ہندوستانی یادگار سمجھ لے،

یہ عمارت مربع ہے، ہر طرف سے ۱۰۰ فٹ ہے، ہر کونے پر ایک زاویہ کے ساتھ مسدس برج بنے ہوئے ہیں، صرف مقبرہ کا ہال ۴۳ مربع فٹ ہے، اس کے چاروں طرف برآمدہ ہے، یہ غیر معمولی بڑے بڑے چھجوں سے محفوظ ہے،

باہر کا حصہ پہلے ایرانی طرز کے نیلے چمکدار ٹائلوں سے ڈھکا ہوا تھا، گنبد "پٹھانی طرز کا قدرے اونچا ہے، اور اطراف سے قدرے فاصلے پر ترچھا ہے، بعض Kiosks مسلم طرز کے ہیں لیکن بعض کے مربع ستون ہیں اور دیوارگیری نما اس عمود ہیں جو ہندوؤں کے مندر کے مشابہ معلوم ہوتے ہیں،

ہندو مسلم طرز تعمیر کا یہ خالص امتزاج محض مقامی حالات کی بنا پر ہے، اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس میں اسلام اور ہندو مت کو ہم آہنگ کرنے کی نظری سعی کی گئی ہے، اور یہ کہنا بھی مناسب نہ ہوگا کہ اس عمارت کی تعمیر پر اکبر کی رائے اثر انداز ہوئی ہوگی، کیونکہ جب یہ عمارت بنی ہے اس وقت شہنشاہ[1] اکبر پرجوش مسلمان تھا۔"

اسمتھ کا خیال صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ "مقبرۂ غوث الاولیاء میں ہندو مسلم طرز تعمیر کے امتزاج کی عمداً کوشش کی گئی ہے یا اس میں اکبر کی رائے شامل نہیں تھی، بلکہ یہ امتزاج مقامی حالات کا نتیجہ ہے" — کیونکہ ابتدائی دور میں اکبر پرجوش مسلمان تھا" — اس میں شک نہیں کہ اکبر

[1] وی، اے اسمتھ: اکبر دی گریٹ مغل ص ۴۳۵-۲

اپنے ابتدائی دور میں ایک سرگرم اور پرجوش مسلمان تھا، مگر وہ ہندوکش یا ہندو دشمن نہیں تھا، بلکہ اس وقت بھی ہندو دوستی اور رواداری اس میں پوری طرح موجود تھی، چنانچہ ۹۶۹ھ/۱۵۶۲ء میں جب وہ اجمیر حاضر ہوا ہے تو واپسی میں جے پور کے راجہ بہاری مل کی لڑکی سے اس نے شادی بھی کی ہے۔

اس کے علاوہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مقبرے کی تعمیر اکبر کی فرمائش پر شاہ محمد غوث کے فرزند رشید شیخ عبد اللہ کی نگرانی میں ہوئی ہے۔

خود صاحب مزار شاہ محمد غوث کی رواداری اور وسعت قلبی کا یہ عالم تھا کہ مسلمان تو مسلمان ہندوؤں کے لیے بھی تعظیماً کھڑے ہو جایا کرتے تھے، عبد القادر بدایونی لکھتے ہیں:۔

"ہر کرامی و دیدحتی کہ کفار را نیز تعظیم و قیام می نمود، ازیں جہت اہل فقرا ند کے بملاقات دانشکاہ او برخاستند والغیب عند اللہ — تا چہ نیت داشتہ باشد۔ بیت:

چوں رد و قبول ہمہ در پردۂ غیب ست زنہار کسے را نہ کنی عیب کہ عیب ست[1]

شاہ محمد غوث کے تواضع اور انکسار کا یہ عالم تھا کہ زندگی میں کبھی اپنے لیے لفظ "میں" استعمال نہیں کیا، بلکہ ہمیشہ خود کو "فقیر" سے تعبیر کیا کرتے تھے، اگر کسی کو غلہ بخشش فرماتے تو اس وقت بھی لفظ "من" استعمال نہ کرتے تھے، بلکہ فرماتے کہ اتنے "میم" "نون" فلاں شخص کو ہدیہ کر دیا جائے۔

عبد القادر بدایونی لکھتے ہیں:۔

"می گویند کہ ہرگز لفظ "من" بزبان او نگزشتے وہمیشہ تعبیر از خود بہ "فقیر" کردے۔ چنانچہ در وقت بخشش غلہ ہم می گفت کہ ایں قدر میم و نون بہ فلانے بہ ہدیہ تا من نباید گفت، رحمۃ اللہ علیہ و اسعۃ"[2]

---

[1] منتخب التواریخ جلد ۳ ص ۶ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۶۹ء [2] ایضاً

مندرجۂ بالا واقعات سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مقبرے کی تعمیر میں مقامی حالات و اثرات کے ساتھ جو ایک فطری امر ہے، اکبر کی رائے کو بھی پورا دخل تھا، اور جس طرح اکبر اور شاہ محمد غوث زندگی بھر روادار رہے، اسی طرح یہ مقبرہ بھی ان کی رواداری کا آئینہ دار ہے، یہ محض حسن اتفاق نہیں بلکہ عمداً اس امتزاج کی کوشش کی گئی ہے، تاکہ اہل وطن کے ساتھ یگانگت نمایاں ہو،

لفٹنٹ کرنل سر ولزلے ہیگ نے بھی شاہ محمد غوثؒ کے مقبرے کے متعلق اظہار خیال کیا ہے، ان کے اور اسمتھ کے خیالات ملتے جلتے نظر آتے ہیں، اس نے لکھا ہے:-

"اسی زمانے میں کچھ فاصلے پر گوالیار کے ہندو ماحول میں محمد غوث کا مقبرہ تیار کیا جارہا تھا، یہ عمارت اپنے غیر معمولی ڈیزائن کی وجہ سے بعض دلچسپیاں رکھتی ہے، یہ اس مسلم صوفی کے مزار مبارک پر بنائی گئی ہے جس کا ابتدائی مغل عہد میں بہت چرچا تھا، اس عمارت میں "لودھی" طرز تعمیر کی خصوصیات کی آمیزش ہے، یہ خصوصیات مغربی ہند کی عمارات میں پائی جاتی ہیں، اس میں شک نہیں کہ یہ امتزاج مقامی معماروں کی فنکاری کا نتیجہ ہے، ان لوگوں کے سامنے اپنے مسلم آقاؤں کی پسند کی بہ نسبت مالوہ کی تعمیری خصوصیات اور نمونے ہوتے تھے، اس عمارت میں مغل اور مالوہ طرز تعمیر کے امتزاج کا فقدان ہے، کیونکہ یہ اتحادی امتزاج ابھی پیدا نہیں ہوا تھا، شہنشاہ اکبر کی روادارانہ پالیسی کے تحت بعد میں یہ امتزاج پیدا ہوا، بایں ہمہ اس عمارت میں بعض ممتاز خوبیاں بھی ہیں، بالخصوص اس کی مشبک دیواریں، لیکن کونے کے مسدس برجوں کو جو اپنے زاویوں سے ملا دیا گیا ہے تو اس سے مجموعی طور پر عمارت کی رفعت متاثر ہوتی ہے اور اسی وجہ سے یہ غیر مربوط سی نظر آتی ہے" (دی کیمبرج ہسٹری آف انڈیا ج چہارم ص ۲۰۰ مطبوعہ دہلی ۱۹۵۷ء)

شاہ محمد غوثؒ کے مقبرے کے متعلق مزید معلومات حسب ذیل ماخذوں سے حاصل ہو سکتی ہیں:-

(ا) لیپل گریفن :- فیمس مونیومنٹس آف سنٹرل انڈیا،

مطبوعہ ۱۸۸۶ء، ص X/vii

(ب) فرگوسن، مطبوعہ ۱۹۶۰ء، ص ۲۹۲، نگ، ۴۲۲

(ج) برائنر ڈاسپونر :- اینول رپورٹ آف دی آرکیولوجیکل سروے آف انڈیا،

۱۹۲۱-۲۲ مطبوعہ ۱۹۲۴ء، ص ۳۷

(د) ڈاکٹر نورس :- انڈین آرکیٹیکچر۔

بزمِ صوفیہ

جس میں عہد تیموریہ سے پہلے کے صوفیۂ کرام، حضرت شیخ ابو الحسن علی ہجویریؒ، حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ، حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ، حضرت قاضی حمید الدین ناگوریؒ، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ، حضرت بو علی قلندر پانی پتیؒ، حضرت شیخ فخر الدین عراقیؒ، حضرت برہان الدین غریبؒ، حضرت ضیاء الدین نخشبیؒ، حضرت شرف الدین احمد منیریؒ، حضرت جہانیاں جہاں گشتؒ، حضرت اشرف جہانگیر سمنانیؒ، اور حضرت خواجہ گیسو درازؒ کے مستند حالات اور تعلیمات پیش کی گئی ہیں،

قیمت :- ۲۵ ر

تصوف و سلوک

اس میں تصوف کے متعلق ہر قسم کی عملی و علمی غلطیوں غلط فہمیوں کو دور کر کے بتایا گیا ہے کہ حقیقی تصوف درحقیقت کمالِ اسلام اور کمال ایمان کے سوا اور کچھ نہیں ہے،

قیمت :- ۵